طلبائے شعبہ اسلامیات مانو کی سرگرمیوں کا آئینہ دار

اسلامی مطالعات

ISLAMI MUTALA'AT

صفحات: 4 | جلد(1) شمارہ(1) | مولانا آزاد نیشنل اُردو یونیورسٹی۔حیدرآباد | بروز منگل 28/اپریل 2015ء | 08/رجب المرجب 1436ھ

زیر سرپرستی ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی

زیر نگرانی ☆ڈاکٹر محمد عرفان احمد ☆ڈاکٹر وارث مظہری ☆مولانا سید عبدالرشید

.....**مجلس ادارت**.....

مدیر: سید منہاج

معاون مدیر: ذیشان سارہ☆صالح امین

مدیران انتظامی: ریحان احمد☆سید شارق علی ☆سید توفیق اللہ بخاری

حرفِ آغاز

قارئین! شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے پی جی کے طلبہ کے افکار ونظریات پر مشتمل دیواری پرچہ ''اسلامی مطالعات'' پیش خدمت ہے ۔شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے موجودہ طلبہ کو یہ اعزاز حاصل ہوا ہے کہ وہ اس جداریہ کے آغاز و اشاعت سے جہاں صحافت میں ایک باب کا آغاز کر رہے ہیں وہیں شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے پہلے جداریہ کو منظر عام پر لانے کا کام انجام دے رہے ہیں۔''اسلامی مطالعات'' کے اس شمارہ میں اس بات کی پوری کوشش کی گئی ہے کہ یہ علم وفکر' دعوت وتبلیغ اور تعمیر وتشکیل کے نئے آفاق سر کرنے کی دھن اور جستجو میں مگن رہیں۔

اس جداریہ کو شائع کرنے کے مقاصد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلامک اسٹڈیز کے طلباء کی پوشیدہ صلاحیتوں کو منظر عام پر لایا جائے اور ساتھ ہی صحافت کے میدان میں ایک نئی تاریخ رقم کی جائے اور امت کی تشکیل نو کا فریضہ انجام دیا جائے۔

قارئین !یہ جداریہ ایک علمی وفکری تحریک ہے جس کا یہ امتیاز ہیکہ یہ پورے اعتدال اور توازن کے ساتھ ملت کو بیدار کرنے میں کوشاں اور سرگرداں رہے گا ۔ہم نے اس بات کی پوری کوشش کی ہے کہ اس کے کالم اور مضامین علمی وتحقیقی معیار پر پورا اتر سکیں اور اس بات کے بھی کوشاں ہیں کہ اس کا مواد اسلوب اور پیش کش عام فہم ہونے کے ساتھ معیاری بھی ہو۔اسی طرح ہماری یہ بھی خواہش رہی ہے کہ عمدہ مضامین دلچسپ ہیڈنگز' عصری پیش کش' دلکش کالم اور متوازن اسلوب کے ساتھ یہ جداریہ قارئین کو اپنی طرف متوجہ کر سکے۔

آج کا دور سائنسی اور ترقی یافتہ دور ہے' آج دنیا ایک گلوبل ویلج کی شکل اختیار کر گئی ہے۔آج انسان ان ہی باتوں کو قبول کرنے کو تیار ہے جو اس کے عقلی معیار پر پوری اترتی ہوں۔اس لئے ہماری سعی ہے کہ نقلی استدلال کے ساتھ معقولیت پر مبنی استدلال کا عنصر غالب رہے۔ساتھ ہی ساتھ مضامین کے انتخاب میں عصری موضوعات پر مشتمل تحقیقی مواد کو ترجیح دیں۔شعبہ اسلامیات کے جداریہ کے لئے جو اہم نکات ہونے چاہیں ہم ان کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے معیار کو بلند تر کرنے کی پوری سعی وجستجو کرتے رہیں گے۔

اس پہلے جداریہ میں ہم نے کئی ایک علمی وتحقیقی مضامین کو جگہ دی ہے جن میں' مستشرقین کی خدمات اور انکے مقاصد' دائرۃ المعارف کی خدمات کا ایک جائزہ' وغیرہ کے ساتھ فکری موضوع پر مشتمل مضمون 'خواتین کا حصول معاش حدود اور تقاضے' بھی شامل ہے ۔ اسکے علاوہ اسلامی مطبوعات کے حوالے سے ایک مستقل کالم ''اسلامیات کی نئی مطبوعات'' رکھا ہے جس میں اسلامی موضوعات کی جدید کتابوں کا مختصر ومفید تعارف پیش کیا جائیگا۔اسلامی اقدار وآداب کو پروان چڑھانے اور نئی نسل میں فروغ دینے کے لئے ''اسلامی ادب'' کے نام سے ایک کالم رکھا ہے۔جس کے ذریعہ امت مسلمہ کی تشکیل نو کا سامان ہو سکے گا۔

شعبہ اسلامیات کے تعارف اور اسکے طلبہ کی کامیاب سعی اور انکی حصولیابی کو بھی خاص طور سے شامل کیا ہے تاکہ قارئین کو اس بات کا علم ہو سکے کہ شعبہ نے اپنے ابتدائی دور میں ہی کامیابی کی منزلیں طے کرنی شروع کر دی ہیں۔

مولانا آزاد یونیورسٹی کے قیام سے دیگر مقاصد کی تکمیل کے علاوہ مولانا آزاد کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنا ہے۔لہذا اسی جذبہ کے پیش نظر ہم نے اپنے جداریہ میں ایک مستقل کالم ''مولانا ابو الکلام آزاد'' کے نام سے رکھا ہے تاکہ آنے والے طلباء کو انکی خدمات کا بھرپور علم ہو سکے اور وہ مولانا آزاد کے افکار ونظریات سے استفادہ کر سکیں۔

ہم مقالہ نگاران' شعبہ کے ذمہ داران خصوصاً ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی صدر شعبہ کے تہ دل سے ممنون ہیں اور ''اسلامی مطالعات'' کے عملہ کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جن کے تعاون کے بغیر یہ کام مکمل نہ ہو پاتا۔دعا ہے کہ اللہ تعالی اس جداریہ کو مقبولیت عطا فرمائے اور اس کاروانِ علم وعمل کو منزل مقصود سے ہم کنار کرے۔

مدیر

سید منہاج

ایم اے' سال آخر' شعبہ اسلامیات مانو

علمی مقالہ

دائرۃ المعارف کی علمی وتحقیقی خدمات' ایک جائزہ

سید توفیق اللہ بخاری ۔ ایم اے' سال آخر' شعبہ اسلامیات مانو۔

دنیائے علم وتحقیق کا نامور وعظیم ادارہ ''دائرۃ المعارف العثمانیہ'' جس کے ذریعہ عالمی سطح پر بالخصوص عالمِ عرب میں حیدرآباد دکن مرکز علم وفن کی حیثیت سے متعارف ہوا۔دائرۃ المعارف کو وہ افتخار حاصل ہے جو آج تک ہندوستان کے کسی عربی مطبع کو حاصل نہ ہوا اور نہ اس معیار کے کسی عربی مطبع کا وجود ہے۔دائرۃ المعارف کی بنیاد دراصل تین مشہور شخصیتوں کی مرہون منت ہے ۔جنہیں اس زمانہ میں ''سرکردہ تکون' ELITE TRIO کا نام دیا جاتا تھا اور وہ ہیں مولانا محمد انوار اللہ فاروقی (بانیٔ جامعہ نظامیہ)'نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی اور ملا عبدالقیوم جو جمال الدین افغانی کے اسلامی فلسفہ سے متاثر تھے۔۱۳۰۸ھ م ۱۸۸۸ء میں ان تین شخصیتوں کے ذریعہ اس کا قیام عمل میں آیا۔دائرۃ المعارف کو وسعت بخشنے کے لئے مولانا محمد انوار اللہ فاروقی فضیلت جنگ (بانی جامعہ نظامیہ) نے مثالی جدوجہد کی چنانچہ ''جشن عثمانی'' کے مصنف مولوی غلام رسول حیدرآبادی لکھتے ہیں دائرۃ المعارف کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے حضرت شیخ الاسلام نواب فضیلت جنگ بہادرؒ نے حاکم وقت حضرت غفران مکان (محبوب علی خان) کو متوجہ کیا جس کے نتیجہ میں میر محبوب علی خان آصف جاہ سادس نے یکمشت پانچ لاکھ روپئے کی خطیر رقم عنایت کی ۔اس طرح اس ادارے سے مختلف علوم وفنون کی سینکڑوں کتابیں شائع ہوئیں۔

جامعہ عثمانیہ کے وائس چانسلر جناب ڈی ایس ریڈی نے دائرہ میں ایک استقبالیہ نشست کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

"DAIRATUL MAARIF IS PICKING OUT THE PEARLS FROM THE DEPTH OF OCEANS"

یعنی دائرۃ المعارف علم ومعرفت کے بحر ناپیدا کنار سے موتیاں نکال رہا ہے۔اسی محنت شاقہ کا پھل ہے کہ عرب' عربی زبان میں اپنی برتری کے شدید احساس کے باوجود دائرہ کی علمی صلاحیتوں کا اعتراف کرنے پر خود کو مجبور پاتے ہیں۔مصر کے مشہور عربی رسالہ ''صوت الشرق' کے ایڈیٹر جرجیس خلیل جرجیس جب دائرہ تشریف فرما ہوئے اور انہوں نے ابن قتیبہ کی' بلحاظ لفظیات مشکل ترین کتاب ''کتاب المعانی الکبیر'' کا مشاہدہ کیا اور علماء دائرہ کی تحقیق دیکھی تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکل گیا'' **نحن رئوسنا امام هـٔولاء الاعاجم** ''یعنی ہم ان غیر عرب محققین کے آگے اپنے سر جھکاتے ہیں۔WE LOW OUR HEADS BEFORE THESE NON ARAB SCHOLARS عرب مالی دادودھش کے بارے میں بہت فیاض واقع ہوئے ہیں۔لیکن الفاظ کے استعمال میں بہت محتاط ہیں۔ان کے منہ سے اس طرح کے جملہ کی ادائیگی صرف بے ساختگی کی دین ہے جو آج بھی دائرۃ المعارف کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔دائرۃ المعارف کی قابل قدر خدمات سے متعلق ڈاکٹر ضیاء الدین اے دیسائی اپنی انگریزی کتاب CENTERS OF ISLAMIC LEARNING IN INDIA میں لکھتے ہیں کہ دائرہ نے وہ وہ کارنامے انجام دیے ہیں کہ جس کی بنا پر ہمارے ملک ہندوستان کا نام دنیا کے جغرافیہ میں نمایاں ہوا اور مصری فاضل علامہ سید رشید رضا جیسی روشن خیال علمی شخصیت بھی جسے دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی انگریزی اقتباس کا ترجمہ ملاحظہ ہو: بلا مبالغہ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ ''دائرۃ المعارف حیدرآباد'' ہندوستان میں اپنی نوعیت کا وہ واحد ادارہ ہے جس نے اپنے تاریخی ویادگار مطبوعات کے ذریعہ اسلامی اور مشرقی علوم کے عالمی ماہرین کے سامنے بیش قیمت اور طبع زاد مواد پیش کیا ہے۔

دائرۃ المعارف العثمانیہ' حیدرآباد۔

اس ادارے نے نہ صرف یہ کہ انسانیت کی خدمت کی ہے بلکہ ہم مذاق اقوام کے مابین ثقافتی وحدت کو بھی فروغ دیا ہے۔اس طرح ہندوستان کو اسلامی اور سائنسی مضامین پر عربی ادب کی مطبوعات پیش کرنے والے اہم ملک کی حیثیت سے دنیا کے نقشے میں ایک اہم مقام عطا کیا ہے۔چنانچہ مصر کے نامور فاضل علامہ سید رشید رضا مدیر ''المنار'' اس ادارے کے کارناموں سے بے حد متاثر ہوئے۔بقول علامہ موصوف: عالم اسلام ہندوستان کا مرہون منت ہے کہ اس نے دائرۃ المعارف کے ذریعہ اسلامی موضوعات پر نادر اور معیاری مطبوعات پیش کیں جن میں حدیث اور رجال حدیث کے کام کو خصوصیت حاصل ہے۔

دائرۃ المعارف نے قرآن وحدیث' رجال واسانید اور اسلامی تاریخ پر مشتمل کتابوں کی تحقیق وطباعت کے شانہ بشانہ جدید علوم کی بھی کافی خدمت کی ہے اور جس میں بطور خاص قابل ذکر یہ علوم ہیں۔ریاضیات' فلسفہ' فقہ اللغۃ' کلام منطق' علم المیاہ' علم الکون' فلکیات' عوارض چشم' علم الاوزان' احجار کریمہ (انمول پتھر)' جراحت' طب۔اس ضمن میں اہم بات یہ ہیکہ دائرہ نے بین الاقوامی تعلقات پر ایک کتاب شائع کی ہے جس کا نام ''**شرح السیر الکبیر**'' ہے جس کے مصنف امام سرخسی ہے۔یہ کتاب امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی مشہور زمانہ تالیف ''**السیر الکبیر**'' کی شرح ہے۔

دائرہ نے علوم قدیم وجدید کے ساتھ ساتھ موسیقی پر بھی ایک کتاب چھاپی ہے اور گیت کا عربی ترجمہ بھی شائع کیا۔فلکیات پر دائرہ کی کتاب کا نام ''**صور الکواکب**'' ہے۔بصریات اور رویت کے بارے میں دائرہ نے علامہ ابوالحسن فارسی کی ایک کتاب ''**تنقیح المناظر لذوی الابصار والبصائر**'' طبع کی ہے جو دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے ۔کتاب بصری معلومات کا خزانہ ہے اور آج کے اس دور میں بھی جدید بصری معلومات پر ایک چیالنج ہے۔طب پر دائرہ کی کتاب ''**الحاوی**'' کے تذکرہ کے بغیر دائرہ کے بارے میں کوئی بھی مضمون ناقص اور تشنہ سمجھا جائیگا۔اس کتاب کو طبی انجیل بھی کہا جاتا ہے یا طبی مواد پر اس سے جامع اور کوئی کتاب نہیں اس کتاب کے مختلف ابواب کا انگریزی ترجمہ تمام جامعات میں پڑایا جاتا تھا' حال ہی میں ہالینڈ سے ایک ریسرچ اسکالر دائرۃ المعارف آئے تھے جو کینسر جیسے موذی مرض پر تحقیق کر رہے ہیں' جب انہیں بتایا گیا کہ الحاوی کی ۱۲ویں جلد کینسر اور اورام خبیثہ کے بارے میں ہے تو انہوں نے فی الفور وہ جلد خرید لی' پاکستان میں اس کتاب کا انگریزی ترجمہ چل رہا ہے۔تفسیری مطبوعات میں ایک برہان الدین بقاعی کی تالیف ''**نظم الدرر فی تناسب الایات والسور**'' دائرہ کی مطبوعات میں ایک شاندار اضافہ ہے۔کتاب صرف آیات وسور کے باہمی ربط وتعلق ہی کو ظاہر نہیں کرتی بلکہ بیشمار قرآنی دقائق ونکات سے پردہ اٹھاتی ہے اور قرآنیات سے متعلق ہر IF AND BUT کا جواب فراہم کرتی ہے کتاب کے مئولف حافظ ابن حجر عسقلانی کے خاص شاگردوں میں تھے' عربی زبان وادب پر بڑا عبور حاصل تھا اور خاص بات یہ ہے کہ ان کے استاذ نے اپنی کتاب ''**انباء الغمر**'' میں اپنے شاگرد کی تحریر کو بڑے فخر کے ساتھ پیش کیا ہے جو قبرص پر مسلمانوں کی فوج کشی کے بارے میں ہے ۔رابطہ عالم اسلامی کے آفس سکریٹری جناب محمد اطراوری نے اپنے پی ایچ ڈی مقالہ کے لئے اسی کتاب کو بنیاد بنایا ہے۔

لگ بھگ آٹھ دہوں تک دائرۃ المعارف اپنی معنوی خدمات کے سلسلہ میں پورے عالم عرب اور دنیا بھر کے علمی حلقوں کا مرکزِ نگاہ تھا۔یہاں پر منتخب روزگار علماء ان علمی شہ پاروں کو زیور طبع سے آراستہ کرنے کیلئے اپنی بہترین صلاحیتوں کو بروے کار لاتے رہے۔یقیناً جب سے عرب دنیا میں مطابع کثرت سے قائم ہونے لگے تدریجی طور پر اس کا اثر دائرۃ المعارف پر پڑنے لگا' تاہم اس ادارہ کا اعلیٰ معیار' قدیمی وقار اور شہرت میں کوئی کمی واقع نہ ہوسکی۔

مقالۂ ھٰذا کی تیاری کیلئے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔

۱) شاہ محمد فصیح الدین نظامی۔مرقع انوار۔

۲) ڈاکٹر محمد عبدالحمید اکبر۔مولانا انوار اللہ فاروقی' شخصیت' علمی وادبی کارنامے۔

۳) شاہ محمد فصیح الدین نظامی۔مآثر الانوار

☆☆☆☆☆

علمی مقالہ

مستشرقین کی علمی خدمات کے مقاصد

سید شارق علی۔ایم اے سال آخر، شعبہ اسلامیات مانو۔

تعارف: مغرب کے رہنے والے علماء ومفکرین جب مشرقی علوم وفنون کو اپنی تحقیق وتفتیش کا مرکز ومحور بناتے ہیں تو ان کو مستشرقین کہا جاتا ہے، اوران میں ہر قسم کے علوم وفنون مثلاً عمرانیات، تاریخ، بشریات، ادب، لسانیات، معاشیات، سیاسیات اور مذہب وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔

طبقۂ مستشرقین کی اکثریت کا تعلق مغرب سے ہے اور ان کا مذہبی پس منظر عیسائیت اور یہودیت سے ہے۔ان دونوں قوموں نے شروع اسلام سے لے کر آج تک ہمیشہ اسلام کی تعلیمات اوراسلام سے جڑے اہم افراد کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کرنے کی انتھک کوشش کی ہے،اور اپنی تصانیف میں اسلام اور محمد ﷺ کے حق میں موجود ہر ایک آیت کو تحریف وتبدیل کا خول پہنانے کی کوشش کی ہے اور اسلام کے افکار ونظریات، عقائد اوراس کے آفاقی پیغام کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی۔

پس منظر: لفظ استشراق تو نو مولود ہے لیکن تحریک استشراق کی ابتداء نبی ﷺ پر غارحراء میں پہلی وحی کے نزول کے ساتھ ہی ہوگئی تھی، جس کو قرآن نے ”ولن ترضی عنک الیھود و لا النصاریٰ حتی تتبع ملتھم“ (البقرة: ۱۲۰) سے تعبیر کیا ہے، اور زمانۂ نبوت ﷺ میں کئے گئے معاہدات کی خلاف ورزی کی وجہ سے انہیں مدینے سے بھی باہر نکال دیا گیا تھا۔حضرت عمرؓ کے دور خلافت تک انہیں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی بلکہ ان کے مذہبی مقامات بیت المقدس وغیرہ بھی مسلمانوں کے قبضے میں آتے چلے گئے۔اسی حسد وجلن کے باعث یہودیوں اور عیسائیوں میں اسلام کے بارے میں منفی انداز فکر بڑھنے لگا اور پھر جان آف دمشق (یوحنا دمشقی، متوفی: ۷۴۹) نامی پہلا وہ آدمی بھی سامنے آیا جس نے با قاعدہ اسلام کے خلاف تحریری جنگ شروع کی اور دو کتابیں اسلام کے خلاف فلسطین کے گرجا میں بیٹھ کر لکھیں، لیکن مستشرقین کا اصلی چہرہ صلیبی جنگوں میں مسلمانوں سے مسلسل شکست کھانے کے بعد سامنے آیا اور انہوں نے تلوار کو چھوڑ کر قلم کا سہارا لیا۔

مستشرقین کی قسمیں: محققین نے مستشرقین کی کئی قسمیں کی ہیں، لیکن ان کو دو قسموں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔

۱- معتدل مزاج یا انصاف پسند مستشرقین: مستشرقین کا ایک طبقہ وہ ہے جس نے اپنے تحقیقی مزاج اور علمی جذبہ کے ماتحت اسلامیات کی طرف توجہ کی اور بے شمار علمی تحقیقات دنیا کے سامنے پیش کیں، اور انہوں نے محمد ﷺ اور اسلامی تعلیمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے، جن میں کاسن دی پرسیوال، کیرن آرم اسٹرانگ، مائیکل ایچ ہارٹ اور تھامس آرنلڈ وغیرہ ہیں لیکن اس طبقہ میں بھی ایسے افراد ہوتے ہیں جن سے بے شمار غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، اگر چہ ان کا مقصد تحقیق رہا ہے کوئی اور فکر زیادہ کارفرما نہیں رہی، اس لئے ان کی محنتوں کو مسلمان محققین نے بہت سراہا، اور ان کی خدمات کو سراہنا بھی چاہئے کیونکہ ان کی محنتوں کی وجہ سے اسلامی علوم کا بہت بڑا سرمایہ مسلمانوں کو ملا ہے۔

۲- متعصب مستشرقین: جنہوں نے فکری آزادی کے لبادے میں اسلام کے متعلق غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، جن میں گولڈ زیہر، سر ولیم میور اور جارج سل وغیرہ ہیں۔

مقاصد: متعصب مستشرقین نے مذہبی مقاصد کی تیئں اسلام کے راستے کو شک کے کانٹوں سے خاردار بنایا تا کہ کسی طرح اسلام کے خلاف دلائل جمع کر کے اشاعت اسلام کو روکا جائے اور مشنری سرگرمیوں کو منظم کیا جائے۔ انہوں نے اقتصادی مقاصد کو بروئے کار لانے کے لئے اپنے باطل مقاصد کو علم دوستی کا لبادہ پہنا کر مسلمانوں کے علوم کو جمع کرنے کی کوشش کی اور سیاسی آقاؤں کے اشارے پر کام انجام دینے لگے۔ مطالعے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے سیرت کے نام پر افتراء پردازی، نبی ﷺ کی شان اقدس میں نازیبا الفاظ وخیالات کا اظہار، اسلام کو بت پرست مذہب کی حیثیت سے پیش کرنے کی کوشش، قرآن کریم کو کتاب محمد ﷺ قرار دینے کی سعی اور وحی الٰہی کو محمد ﷺ پر مرگی کے دورہ پڑنے سے تعبیر کیا۔حدیث رسول میں تشکیک وتذبذب پیدا کرنے کے لئے وضع حدیث کا بہانا تراش لیا۔عربی زبان کو سائنسی ترقی کے مطابق چلنے میں ناکارہ ثابت کرنے، اسلامی فقہ کو رومن لاء سے ماخوذ اور بعد کے زمانے کی پیداوار قرار دینے کی انتھک کوشش کی اور اسلامی تاریخ کو ظلم وجور اور جہاد کے ذریعہ دنیاوی مفاد کے حصول کا ذریعہ بتا کر مسخ کیا ہے۔

خلاصہ: الغرض یہ کہ طبقۂ مستشرقین میں دونوں قسم کے افراد شامل رہے ہیں، لیکن مثبت طریقے سے کام کرنے اور سوچنے والوں کی تعداد کم رہی ہے، جبکہ منفی انداز فکر اپنانے والے زیادہ رہے ہیں، بہرحال ان میں سے جو منصف ہیں ان کے کام سے دنیا کو فائدہ پہونچا ہے، اور جو منصف نہیں ہیں ان کے کام سے نقصان زیادہ اور فائدہ کم رہا ہے، لیکن دونوں صورتوں میں ان کی محنتیں اور کاوشیں بہت زیادہ رہی ہیں۔اور خود مذہب اسلام کے پیروکار علماء ومحققین کے لئے ضرورت ہے کہ وہ اپنی محنتوں کو بڑھائیں، اور تاریخ کے بحر سے موتی نکال کر دنیا کے سامنے پیش کریں، اور جو غلط تصورات اسلام کے بارے میں پیدا ہوئے ہیں ان کو دور کریں۔

□□□□□

علمی مقالہ

خواتین کا حصول معاش، حدود اور تقاضے

زرفشاں عمّارہ۔ ایم اے سال آخر، شعبہ اسلامیات مانو

ایک معاشرہ کئی خاندانوں سے وجود میں آتا ہے اور ایک خاندان، کئی افراد سے مل کر بنتا ہے۔ان افراد میں شوہر، بیوی اور اولاد کے علاوہ کبھی کبھی شوہر کے والدین اور بھائی بہن بھی شامل ہوتے ہیں۔ان سب کو اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے کیلئے حلال رزق کی ضرورت ہوتی ہے۔جس کے حصول کیلئے اسلام نے ایک اصول بنایا۔جس کے تحت گھر کے مرد کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حصول معاش کے لئے تگ ودو کرے۔جبکہ عورت جسکو گھر کی ملکہ کیا گیا ہے وہ اس مال کی حفاظت کرے۔ اسے احسن طریقے سے خرچ کرے اور بچوں کی صحیح تربیت کرے۔

اب رہی بات عورت کے کسب معاش کی تو اسلام نے اسکی بھی مخالفت نہیں کی بلکہ بوقت ضرورت یعنی اگر خاندان میں کوئی مرد نہ ہو اور وہی کسب معاش کی اہل ہو یا شوہر جسمانی یا ذہنی اعتبار سے اس قابل نہ ہو کہ وہ کسب معاش کر سکے یا صرف شوہر کی کمائی ان بنیادی تقاضوں کو پورا نہیں کر پا رہی ہو تب عورت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ولی کی اجازت سے حصول معاش کی ذمہ داری سنبھالے جو اس کیلئے بے شمار اجر وثواب کا باعث بنے گا۔

اس کے علاوہ بھی ان میدان میں جہاں خواتین کی شمولیت بیحد ضروری ہے مثلا اگر موجودہ دور کے تناظر میں دیکھا جائے تو شعبہ تدریس، طب وجراحی IAS کمپیوٹر سائنس اور Information Technology وغیرہ جیسے بہت سے شعبہ جات میں کام کرنے کی اسلام نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں سے خدمت خلق پر ابھارتا بھی ہے۔جو اس قدر مشقت کا بھی مطالبہ نہیں کرتے اسے پورا کرنے سے عورت فطرتاً اور جسمانی طور سے قابل نہ ہو۔

لیکن اس اجازت کے ساتھ ساتھ اسلام نے ایسے اصول اور قواعد بنائے ہیں جن پر عمل کر کے عورت نہ صرف اپنا کام بحسن خوبی ادا کر سکتی ہے بلکہ خود اس کے لئے بھی ان اصولوں پر عمل تحفظ اور عظمت کا باعث ہوگا۔اور ان کو نظر انداز کرنا خود اپنے اوپر ظلم کرنے کے مترادف ہوگا۔ان میں سب سے اول لباس کے اصول ہیں کہ لباس ساتر ہو، یعنی جس سے سارا بدن اچھے سے ڈھک جائے، لباس باریک نہ ہو، تنگ اور چست نہ ہو بلکہ ڈھیلا ڈھالا ہو۔معطر نہ ہو اور نہ تکبر مفاخرت اور شہرت کیلئے پہنا گیا ہو نہ مردوں کے لباس کے مشابہ ہو اور نہ بے دین اور آزاد خیال خواتین کے لباس جیسا ہو۔خود عہد نبوی ﷺ میں ہمیں اسکی مثالیں ملتی ہیں کہ جسمیں خواتین نے مندرجہ بالا حدود وقواعد پر عمل کرتے ہوئے حصول معاش کی راہ اختیار کی اور کسب معاش کی وجوہات بھی وہی ہیں جو اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ مثلاً ام المومنین حضرت خدیجہؓ جو مشہور تاجرہ تھیں، ام المومنین حضرت زینبؓ بن جحش فن دباغت کی ماہر، حضرت رفیدہ انصاریہؓ معروف جراح، حضرت خولہؓ معروف عطّار اور حضرت شفا بنت عبداللہ عہد فاروقی میں Marketing Manager تھیں۔اس کے علاوہ اور بھی مثالیں ہم کو عہد نبوی ﷺ اور عہد خلفائے راشدین میں ملتی ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں انسانیت کے سارے مسائل کا نہ صرف حل موجود ہے، بلکہ وہ اپنے اندر ایسی وسعت بھی رکھتے ہیں کہ قیامت تک بدلتے رہنے والے زمانے کے تقاضوں کو پورا کرسکیں۔اس لئے مغرب کی اندھی تقلید کرنا اور اس کے ہر اچھے برے نظریات جانچے پرکھے بغیر اپنا لینا حماقت کے علاوہ اور کچھ نہیں صرف اپنی آنکھوں اور ذہنوں کو کھلا رکھ کر ہی مغرب کے ماضی اور حال پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات صاف سمجھ میں آتی ہے کہ آزادی نسواں کا کھوکھلا نعرہ اور مساوات مرد وزن کے دام ہم رنگ نے محض عورت کا استحصال ہی کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

علامہ اقبال

اللہ سے کرے دور، تو تعلیم بھی فتنہ
املاک بھی اولاد بھی جاگیر بھی فتنہ
ناحق کے لئے اٹھے تو شمشیر بھی فتنہ
شمشیر ہی کیا نعرۂ تکبیر بھی فتنہ

علمی مقالہ

ہندوستان میں تصوف اور سلسلہ چشتیہ کا آغاز

سید محمد مظہر ربانی۔ ایم اے سال آخر، شعبہ اسلامیات مانو۔

ہندوستان میں تصوف کا باقاعدہ آغاز گیارہوں صدی عیسوی ہیں ہوا۔ ہندوستان میں تصوف کے بانی اور پہلے صوفی حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۷۲ء) ہیں۔شیخ علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ جید عالم اور مرتاض بزرگ تھے۔آپ نے اپنے زمانے کے بے شمار مشائخ سے ملنے کا شرف حاصل کیا تھا اور ان سے فیض حاصل کیا تھا۔ابتدائی زمانے میں سفر وسیاحت کا بہت شوق تھا۔چنانچہ شام سے لیکر ترکستان تک اور دریائے سندہ سے لے کر بحر کیسپین تک کی سیاحت کی تھی۔آخر میں لاہور آئے اور پھر وہیں مقیم ہوگئے۔آپ اپنے مرشد ہی کی طرح صوفیوں کی ظاہری رسوم سے نفرت کرتے تھے، ان ظاہری رسوم کو معصیت کا دریا کہتے تھے اور ایسے صوفیوں کی صحبت کو تہمت کا مقام قرار دیتے تھے۔شیخ علی ہجویریؒ پہلے بزرگ ہیں جن کی بدولت سرزمین بر صغیر میں پہلی مرتبہ صحیح اسلامی تصوف نے رواج پایا۔اس لئے تاریخ تصوف میں ان کی شخصیت خاص اہمیت رکھتی ہے۔علامہ اقبال نے آپ کے حوالہ سے کہا:

سید ہجویر مخدوم امم ☆ مرقد او پیر سنجر را حرم
بندہائے کوہسار آساں گسیخت ☆ در زمین ہند تخم سجدہ ریخت
عہد فاروق از جمالش تازہ شد ☆ حق ز حرف او بلند آوازہ شد
پاسبان عزت ام الکتاب ☆ از نگاہش خانۂ باطل خراب
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت ☆ صبح ما از مہر او تابندہ گشت
عاشق وہم قاصد تیار عشق ☆ از جبینش آشکار اسرار عشق

آپ نے لاہور میں قیام فرمایا اور اسلام کی تبلیغ کا کام انجام دیا آپ کے ہاتھ پر لاہور کا ہندو راجا رائے راجو مسلمان ہوا اور اسکے علاوہ ہزاروں غیر مسلموں نے آپ کے اثر سے اسلام قبول کیا، اور ساتھ ہی اسلامی تصوف کو رواج دیا اور سرزمین ہند میں اسلام کی شمع کو روشن کیا۔تصوف میں جو غلط نظریات آگئے تھے انہوں نے اپنی تصنیفات میں ان کی قرآن وسنت کے مطابق وضاحت کر کے رد کیا۔حضرت سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ان کی قبر پر جب چلہ کیا اور مدت ختم کر کے رخصت ہونے لگے تو یہ شعر کہا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
کاملاں را پیر کامل ناقصاں را رہنما

اسلامی ہندوستان کی تاریخ کے ابتدائی دور میں یعنی عہد سلطنت میں چشتیہ اور سہروردیہ سلسلوں کا آغاز ہوا جب کہ پندرویں صدی کے وسط میں قادریہ اور شطاریہ سلسلے ہندوستان میں قائم ہوئے۔اکبر کے عہد حکومت میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ نے نقشبندیہ سلسلہ کی بنیاد ڈالی۔

پاک وہند میں داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کے بعد حضرت سلطان الہند خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیریؒ کی ذات بابرکت نے تصوف کو فروغ دیا اور سلسلہ چشتیہ کی بنیاد ڈالی آپ پرتھوی راج کے عہد میں ہندوستان تشریف لائے اور اجمیر کو مستقر بنا کر تبلیغ و اشاعت اسلام کا کام انجام دیا۔میر خورد نے خواجہ اجمیر کو ”نائب رسول فی الہند“ لکھا ہے (سیر الاولیاء)۔آپ ہندوستان کے امام الطریق ہوئے اور آپ ہی سے ہندوستان میں علوم معرفت کا افتتاح ہوا اور نہ صرف سلسلہ چشتیہ ہندوستان میں آپ کے ذریعہ سے پھیلا بلکہ نوّے لاکھ لوگوں نے آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کیا۔

آپ کے خلفاء میں دو ہستیاں قابل ذکر ہیں ایک شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ جنہوں نے شمالی ہند میں اور دوسرے حمید الدین صوفی سوالی ناگوریؒ جنہونے ناگور میں سلسلہ چشتیہ کو فروغ دینے میں اہم رول ادا کیا۔شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے خلفاء میں شیخ فریدالدین گنج شکرؒ اور شیخ بدرالدین غزنویؒ نے سلسلہ چشتیہ کی نمایاں خدمت انجام دی۔بابا فریدؒ نے اپنی روحانی عظمت، کردار کی بلندی اور دردمندی خلق سے چشتیہ سلسلہ کی شہرت میں چار چاند لگا دئے۔بابا فریدؒ کے خلفاء میں شیخ جمال الدین ہانسویؒ محبوب الٰہی شیخ نظام الدین اولیاءؒ اور خواجہ سید علاؤالدین صابر کلیریؒ ایسے نام ہیں، جنہوں نے نہ صرف سلسلہ چشتیہ کی اشاعت کا کام کیا، بلکہ ساتھ ہی ان حضرات سے سلسلہ چشتیہ کی نئی شاخیں وجود میں آئیں۔

ہندوستان میں چشتیہ سلسلہ کی شروعات حضرت خواجہ سید معین الدین چشتی اجمیریؒ کے ہاتھوں پر ہوئی اور حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے اسے منظّم کیا اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نے اسے معراج کمال تک پہنچا دیا۔علامہ اقبال فرماتے ہیں:

تیری لحد کی زیارت ہے زندگی دل کی
مسیح وخضر سے اونچا مقام ہے تیرا

سلسلہ چشتیہ کی اشاعت وفروغ میں جن حضرات نے نمایاں کردار ادا کیا ان میں شیخ اخی سراجؒ نے بنگال، حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ اور شیخ نور قطب عالمؒ نے بہار، حضرت خواجہ قطب الدینؒ نے گجرات، شیخ نصیرالدین چراغ دہلویؒ نے دہلی، شیخ برہان الدین غریبؒ اور حضرت سید محمد حسینی خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ نے دکن میں سلسلہ چشتیہ کے مراکز قائم کر کے بندگان خدا کی ہدایت ورہنمائی کے سامان مہیا فرمائے۔

☆☆☆☆☆

علمی مقالہ

لیا جائیگا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

محمد عابد حسین ۔ ایم اے سال آخر، شعبہ اسلامیات مانو

مکہ کی سرزمین پر جب آفتاب رسالت محمدی طلوع ہوا تو اپنے ساتھ خالق کائنات کا آخری وپسندیدہ دستور حیات لیکر پوری آب وتاب سے جگمگانے لگا جسکی روشنی سے نہ صرف مکہ کی ریتیلی سرزمین بلکہ پوری کائنات صرف دو عشروں کے قلیل عرصہ میں منور ہونے لگی۔ نبی رحمت ﷺ نے تاریکی و جہالت، ظلم و جبر میں گھری ہوئی انسانیت پر جتنے احسانات فرمائے وہ معلوم تاریخ میں سب سے بڑا انسانی کارنامہ ہے نبی آخر زماں نے گمراہیوں کی گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکتی قوم کو ایک ایسا دستور حیات عطا فرمایا کہ جس نے اس قوم کو دنیا وآخرت کی کامیابی کی ضمانت دی بلکہ دنیا نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا کہ جب بدو جاہل قوم اس دستور الٰہی پر عمل پیرا ہوئی تو اس قوم نے دنیا کی امامت و پیشوائی کو اپنا مقدر بنایا۔

یہ بات قابل غور ہے کے موجودہ معاشرہ جو مادہ پرستی کی بنیاد پر قائم ہے جسکی بنیاد میں مال و دولت کا حرص ولالچ، جاہ ومنصب کی خواہش، قتل وخونریزی اور اس قبیل کے بیشمار برائیاں پوشیدہ ہیں۔ اگر آج بھی یہ مادہ پرست معاشرہ نبی رحمت ﷺ کے لائے ہوئے دستور حیات کو اپنے لئے مشعل راہ بنائے تو وہ دن دور نہیں کہ دین و دنیا کی امامت انکو حاصل ہوجائے۔ اور کیوں نہ ہو کہ دستور کی تاثیر آج بھی وہی ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے تھی۔ اسی دستور حیات میں اللہ تعالی نے سب سے پہلے علم وعرفان کی دولت کو حاصل کرنے کا حکم دیا اور قرآن پاک کے دیگر مقامات پر بھی علم کی ضرورت، اہمیت وفضیلت پر کلام فرمایا چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا (آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے سب کو پیدا فرمایا)....(سورہ علق) اور اسی طرح معلم انسانیت نے علم کی ضرورت واہمیت پر زور دیتے ہوئے فرمایا (علم حاصل کرو اگر چہ کہ چین جانا پڑے) اور امیر المومنین حضرت علیؓ جن کے لئے آپ ﷺ نے فرمایا ”**انا مدینة العلم و علی بابھا**“ فرماتے ہیں کہ مال و دولت کی حفاظت انسان کو کرنی پڑتی ہے جبکہ علم انسان کی حفاظت کرتا ہے۔ اس دولت لازوال کو حاصل کرنے کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ طالب اپنے وقت کا صحیح استعمال کرنا سیکھے۔ جب تک وقت کی قدر و قیمت ایک طالب علم کو حاصل نہیں ہوتی اس وقت تک زندگی کا کوئی کام بھی کامیابی سے سر شار نہیں ہوسکتا۔ فی زمانہ عوام الناس وقت کے حوالہ سے بے حد غفلت کا شکار ہیں۔ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا (**نعمتان مغبون فیھما کثیر من الناس الصحة والفراغ**) دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن میں اکثر لوگ دھوکہ کھائے ہوئے ہیں ایک صحت دوسری فرصت“۔ وقت کی اہمیت کو مزید اجاگر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔ (جن میں سے ایک) فرصت کو مشغولیت سے پہلے غنیمت سمجھو۔

حقیقت یہ ہیکہ قوم و معاشرہ کی بدحالی کا یہ عالم ہے کہ ایک طرف اس کا اپنے رب سے رشتہ بندگی واطاعت کمزور ہو چکا ہے اور قوم نے اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں اپنے رب تعالی کے احکامات کو فراموش کر رکھا ہے تو دوسری طرف وہ مغرب و مغربی معاشرہ کی شیدائی بنی ہوئی ہے اور مغربی تہذیب وثقافت کو ہی اپنی زندگی کی کامیابی کی کلید سمجھ بیٹھی ہے افسوس اس پر ہے کہ مغرب کی پیروی کرنے والوں نے لباس، کھان پان، تہذیب وثقافت میں تو مغرب کی تقلید کی لیکن جہاں تک وقت کی اہمیت اور انسان کی قدر مغرب و مغربی معاشرہ میں موجود ہے جو فی الواقع حقیقت بھی ہے مسلم قوم نے راہ فرار اختیار کی ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہا جائے تو یہ غلط نہ ہوگا کہ ہم نے اپنے نفس کی خواہش کی حد تک مغربی تہذیب وثقافت کو اپنایا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب ہم پر غالب آگیا اور ہم اسکے مغلوب ہوگئے۔ قوم مسلم کو اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ اسکی نئی نسل مغرب و مغربی تہذیب وثقافت میں اپنے وجود کو فنا کئے بغیر جدید مغربی علوم وفنون سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے اپنے اور اپنی قوم کے مستقبل کی تعمیر نو کی منصوبہ بندی کرے جسکی اساس قرآن وسنت وآثار صحابہ پے ہو اور یہ عمارت اپنے اسلاف کے تجربوں سے اور جدید ترقی یافتہ مغربی علوم وفنون سے استفادہ کرتے ہوئے تعمیر کی گئی ہو۔ جب ہماری تعمیر نو اس طرز پر ہوگی تو یقیناً دین و دنیا کی امامت کے ایک بار پھر ہم حقدار ہونگے اور اس طرح ہم میابی وکامرانی سے ہم کنار ہونگے۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائیگا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

☆☆☆☆☆

ہماری دانش گاہیں

ہندوستان میں اسلامیات

صالح امین ۔ ایم اے سال اول، شعبہ اسلامیات مانو۔

شعبہ اسلامیات اسلامی تہذیب وثقافت کی پوری تاریخ کا مطالعہ کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اس میں مرکزی مضمون اسلام کی مذہبیات یعنی عقیدہ وکلام اور شرعی احکام ومسائل کے علاوہ علوم القرآن، علوم الحدیث، علم فقہ، اسلامی سماج اور اس کا دینی و اقتصادی ڈھانچہ، فوجی نظام، انتظامی امور، مختلف علوم اور افکار وخیالات، ثقافتی زندگی، کونیات (کائنات کے متعلق علوم)، تصوف واخلاق، ادب، فنون لطیفہ، اور اسلامی تہذیب وثقافت وغیرہ علوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کی تعلیم کے لئے ہندوستان میں اور ہندوستان کے باہر بھی متعدد یونیورسٹیز میں ”اسلامک اسٹڈیز“ کے نام سے مستقل شعبے قائم ہیں، جن میں اِن مذکورہ علوم کی تعلیم ہوتی ہے۔ یہاں پر ہندوستانی یونیورسٹیز میں قائم شعبۂ اسلامک اسٹڈیز میں سے چند کا تعارف کرانا مقصود ہے۔

(۱) علی گڑھ مسلم یونیورسٹی (مدرسۃ العلوم): علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامک اسٹڈیز کو ہندوستان میں تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ ہندوستان میں پہلی مرتبہ ۱۹۲۰ میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے بی اے اور ایم اے میں اسلامک اسٹڈیز کو ایک سبجیکٹ کے طور پر متعارف کرایا اور اپنے نصاب میں اس کو باقاعدہ ایک مضمون کے طور پر شامل کیا، اور پھر اس کو باقاعدہ ایک کورس کی شکل میں پڑھانے کا فیصلہ ۱۹۵۰ میں اس وقت لیا جب اس کی تمام تر ذمہ داریاں شعبۂ عربی کے حوالے کر دی گئیں۔ اس طریقے سے ۱۹۵۱ میں بی اے اور ایم اے میں اسلامک اسٹڈیز کی تعلیم کے آغاز کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور پھر اس کے بعد ۶۹-۱۹۶۸ میں اسلامک اسٹڈیز کی تعلیم اس ادارے کی طرف منتقل کرنے کا اہم فیصلہ کیا گیا جس نے شعبۂ اسلامک اسٹڈیز کی خدمت انجام دینے کا آغاز کیا تھا۔ پھر ۱۹۷۱ میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے اسلامک اسٹڈیز کو پری یونیورسٹی کلاس میں بھی متعارف کرایا۔

اِس وقت یہاں کے شعبۂ اسلامک اسٹڈیز کے چیئر مین ”پروفیسر سید احسن صاحب“ ہیں، ان کی سرکردگی میں وہاں کل ۱۲ اساتذہ اس فرض منصبی کو انجام دے رہے ہیں۔ یہاں پر یو.جی، پی جی، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے کورسیز کرائے جاتے ہیں۔ یہاں پر ذریعۂ تعلیم انگریزی ہے۔

(۲) جامعہ ملیہ اسلامیہ: ۱۹۲۰ سے ہی اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نصاب میں شامل ہے۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ میں سن ۱۹۷۵ میں اسلامیات اور عرب- ایرانی اسٹڈیز کے نام سے ایک شعبہ قائم ہوا تھا جس میں فارسی، اسلامیات اور عربی وغیرہ کی تعلیم ہوتی تھی، اور پھر ۱۹۸۸ میں اسلامک اسٹڈیز کا اپنا ایک مستقل شعبہ قائم ہوا۔ یہاں پر اسلامک اسٹڈیز میں یو.جی، پی.جی، پی ایچ ڈی کے کورسز کرائے جاتے ہیں۔ یہاں پر کل اساتذہ بشمول صدر شعبہ ”پروفیسر اقتدار محمد خان“ ۹ ہیں۔ یہاں ذریعۂ تعلیم اردو، ہندی اور انگریزی ہیں۔

(۳) جامعہ عثمانیہ حیدرآباد: جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں شعبۂ اسلامک اسٹڈیز کا قیام ۱۹۶۵ میں ہوا۔ ڈاکٹر ہنس کروج (Hans.Dr Kruze) جو کہ ایک جرمن ماہر شرقیات تھے، اس شعبہ کے پہلے صدر تھے۔ بعد میں پروفیسر انور معظم اس شعبہ کے صدر منتخب ہوئے اور ان کے بعد پروفیسر محمد سلیمان صدیقی، تو اِن کے عہد صدارت میں شعبہ نے کافی استحکام حاصل کیا۔ اِس وقت اِس شعبہ کے صدر ”ڈاکٹر شاہد علی عباسی“ ہیں، اور ان کی ماتحتی میں کل چار اساتذہ کام کر رہے ہیں، جن میں سے تمام ہی اساتذہ مستقل ہیں۔ یہاں پر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے کورسیز کرائے جاتے ہیں۔ یہاں ذریعہ تعلیم انگریزی ہے۔

(۴) مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد: مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد میں اسلامک اسٹڈیز کا قیام ۲۰۱۲ میں ہوا۔ یہاں پر یو.جی اور پی.جی کے کورسز کرائے جاتے ہیں۔ سال ۱۶-۲۰۱۵ سے ایم فل کا کورس بھی شروع ہو رہا ہے۔ اس وقت یہاں کے صدرِ شعبہ ”ڈاکٹر محمد فہیم اختر ندوی“ ہیں، یہاں پر صدر شعبہ کے بشمول کل چار اساتذہ اِس فرض منصبی سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں۔ یہاں پر ذریعہ تعلیم اردو ہے۔

(۵) کشمیر یونیورسٹی: کشمیر یونیورسٹی میں شعبۂ اسلامیات کا قیام ۱۹۸۸ میں ہوا۔ یہاں پر یو.جی، پی.جی، ایم فل، پی ایچ ڈی اور قرآنی تعلیمات میں سندی کورسیز کرائے جاتے ہیں۔ یہاں کے صدر شعبہ ”پروفیسر نسیم احمد شاہ“ ہیں، یہاں صدر شعبہ کے بشمول کل چار اساتذہ ہیں۔

یہاں پر میں نے ہندوستانی یونیورسٹیز میں قائم شعبۂ اسلامک اسٹڈیز میں سے چند کا تعارف پیش کیا ہے۔ مذکورہ یونیورسٹیز کے علاوہ بھی کئی یونیورسیٹیاں ہیں جن میں مستقل طور پر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز قائم ہے اور ان میں اسلامیات کی تعلیم ہوتی ہے، جن میں جامعہ ہمدرد نئی دہلی، کالی کٹ یونیورسٹی کیرالا، عالیہ یونیورسٹی کلکتہ وغیرہ شامل ہیں۔ عصر حاضر کے مخصوص حالات کی وجہ سے مذہب اسلام عالمی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے، اور لوگ اسلام کے بارے میں جاننا اور سیکھنا چاہتے ہیں، ان حالات میں اسلامیات کی طرف لوگوں کا رجوع بڑھ گیا ہے، اس کے ساتھ اسلامک اسٹڈیز سے وابستہ افراد کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہوا ہے کہ وہ موجودہ حالات میں اسلام کی متوازن اور صحیح تعلیم سے دنیا کو روشناس کرائیں۔

□□□

تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی
مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے
تری خودی میں اگر انقلاب ہو پیدا
عجب نہیں ہے کہ یہ چار سو بدل جائے
وہی شراب، وہی ہاے و ہو رہے باقی
طریق ساقی و رسم کدو بدل جائے
تری دعا ہے کہ ہو تیری آرزو پوری
مری دعا ہے تری آرزو بدل جائے

علامہ اقبال

کچھ ہمارے بارے میں

اسلامک اسٹڈیز، مانو۔ایک تعارف

عبدالباری ۔ ایم اے سال اوّل، شعبہ اسلامیات مانو

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد کا قیام پارلیمنٹ ایکٹ کے تحت ۱۹۹۸ میں عمل میں آیا۔ یونیورسٹی کے قیام کا مقصد اعلیٰ تکنیکی، پروفیشنل اور جدید علوم کی اردو زبان میں تدریس ہے۔ اِس وقت یونیورسٹی کے حیدرآباد کیمپس میں چھ تعلیمی اسکولس قائم ہیں، شعبۂ اسلامک اسٹڈیز ان میں سے اسکول برائے سائنسی علوم کے تحت آتا ہے۔

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی ہندوستان کی ایک ایسی عظیم شخصیت کے نام سے منسوب ہے جو ایک بابصیرت سیاستداں اور محبّ وطن ہونے کے ساتھ ایک وسیع النظر عالم دین بھی تھی۔ اسلامی مطالعات کے مختلف موضوعات پر مولانا نے جو گراں بہا علمی نقوش چھوڑے ہیں وہ اسلامیات کے طلبہ و محققین اور اصحاب فکر کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی مناسبت سے شیخ الجامعہ پروفیسر محمد میاں کی خصوصی توجہ اور دلچسپی سے ۲۰۱۲ میں اس شعبہ کا قیام عمل میں آیا اور اس اقدام کا تمام علمی و اسلامی حلقوں میں خیر مقدم کیا گیا۔ شعبہ اسلامیات اس یونیورسٹی کے لئے جس کی تعلیم و تدریس کی زبان اردو ہے، اس لحاظ سے بھی اہمیت ومعنویت کا حامل ہے کہ ہندوستان میں اسلامیات کا سب سے زیادہ وسیع و عظیم ذخیرہ اردو زبان میں ہی پایا جاتا ہے۔

بنیادی سطح پر اس شعبہ کے اہداف و مقاصد میں اسلامی تعلیم و تدریس اور علمی و تحقیقی سرگرمیوں کو فروغ دینا ہے۔ موجودہ دور میں اسلام کے تعلق سے مختلف حلقوں میں وسیع پیمانے پر غلط فہمیاں پھیلائی جاتی ہیں، اس تاثر کو عام کرنے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ اسلام موجودہ تمدنی تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس اعتبار سے اسلام کے بنیادی اصول ونظریات پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔ علاوہ ازیں متعدد سماجی وسیاسی مسائل کے تعلق سے خود مسلمانوں کے بھی ایک حلقہ میں فکری انتشار کی کیفیت پائی جاتی ہے، اس کے ساتھ اس میں بھی شک نہیں ہے کہ ایسے بہت سے فکری موضوعات ہیں جن پر سنجیدہ بحث ومباحثہ وقت کا اہم تقاضہ ہے۔ اس صورتحال کے پیش نظر شعبہ کی کوشش ہے کہ اسلام سے فکری اور نظری وابستگی رکھنے والوں کی ایسی کھیپ سامنے آسکے جو ان تقاضوں اور چیلنجوں کا حقیقی شعور و ادراک رکھتی ہو۔ اور موجودہ دور میں اسلام کی صحیح ومعتدل اور مکمل ترجمانی کا فریضہ انجام دے سکے۔ علاوہ ازیں ملک کے کثیر مذہبی و کثیر تہذیبی سماج میں مذہب وروحانیت کی بنیاد پر امن واخوت اور قومی ہم آہنگی و بقائے باہم کی فضاء کو سازگار بنانے میں مثبت اور تعمیری کردار ادا کرسکے۔

شعبہ اسلامیات اپنے آغاز سے ہی نصابی اور غیر نصابی دونوں طرح کی سرگرمیوں میں مشغول رہا ہے، اس کی کوشش رہی ہے کہ شعبہ کے تحت ایسی مناسب تعلیمی وتدریسی فضاء وجود میں آئے جس میں طلبہ کی متنوع قسم کی صلاحیتیں پروان چڑھ سکیں۔ اب تک طلبہ کا پہلا بیچ فارغ ہو چکا ہے، اور دوسرا بیچ اس سال فراغت حاصل کر رہا ہے، اور اب تک دو ہونہار طلبہ نے یو جی سی کا اہلیتی امتحان NET پاس کیا ہے۔ مندرجہ ذیل سطور میں شعبہ کی دیگر سرگرمیوں کی ایک مختصر رپورٹ پیش کی جارہی ہے:

شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے کورسوں کا تعارف

شعبہ اسلامک اسٹڈیز ۲۰۱۲ء میں ایم اے کی سطح پر شروع کیا گیا، اور سال ۲۰۱۴ سے اس میں بی اے کی سطح پر بھی اسلامیات کے نام سے اپنا کورس شروع کیا، اسی طرح شعبہ نے ”اڈوانس کورس آف اسلامیات“ کے نام سے ایک نئے پرچے کو متعارف کرایا ہے جو بی اے کے دوسرے سمسٹر کے لازمی اضافی پرچے (Compulsory add on Paper) کے طور پر اختیاری مضمون کی حیثیت سے شامل ہوگا، اسی طرح شعبہ نے ”مذاہب کے تقابلی مطالعے“ کے عنوان سے ایک اور نئے پرچہ کو متعارف کرایا ہے، جو بی اے کے پہلے سمسٹر میں شامل اسلامیات کے پرچہ کے مقابلہ میں ان طلبہ کے لئے ہوگا جن کا تعلیمی پس منظر مدرسہ سے وابستہ رہا ہے، شعبہ رواں سال سے اسلامیات میں ایم فل کا پروگرام شروع کر رہا ہے۔

قومی سیمینار

شعبہ کی طرف سے اسلامک فقہ اکیڈمی کے اشتراک سے ایک یک روزہ قومی سیمینار ”جدید مسائل اور فقہ اسلامی“ کے عنوان سے ۱۳ نومبر ۲۰۱۴ کو مانو کی مرکزی لائبریری کے آڈیٹوریم میں منعقد کیا گیا۔ اس کے افتتاحی اجلاس کی صدارت نائب شیخ الجامعہ ”ڈاکٹر خواجہ محمد شاہد“ نے کی۔ معروف عالم وفقیہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے کلیدی خطبہ پیش کیا۔ اس کی دو علمی نشستوں میں ۱۵ مقالات پیش کئے گئے۔

خطبات

گزشتہ دنوں میں شعبہ کی طرف سے مختلف اہم موضوعات پر متعدد خطبات کا انعقاد کیا گیا جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) ۳/ستمبر ۲۰۱۴ کو بروس بی لارینس امریکہ نے ”امریکہ میں مسلم مہاجرین“ کے عنوان سے مرکزی لائبریری کے آڈیٹوریم میں توسیعی خطبہ پیش کیا۔

(۲) ۲۹/جنوری ۲۰۱۵ کو نائب شیخ الجامعہ ڈاکٹر خواجہ محمد شاہد کی زیر صدارت شعبہ کی جانب سے ایک توسیعی خطبہ کا انعقاد عمل میں آیا۔ معروف عالم دین مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے ”بقائے باہم کے اسلامی اصول اور عصری تقاضے“ کے عنوان سے اپنا خطبہ پیش کیا۔ اس میں ہنری مارٹن انسٹیٹیوٹ کے ڈائیرکٹر ڈاکٹر پیکم ٹی سمویل نے بھی متعلقہ موضوع پر اظہار خیال کیا۔

(۳) ۵/ستمبر ۲۰۱۴ کو پروفیسر ثناء اللہ ندوی علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے ”اسلام اور مستشرقین“ کے موضوع پر شعبہ اسلامیات کے طلبہ کو خطاب کیا۔

(۴) ۱۹/ستمبر ۲۰۱۴ کو ڈاکٹر سید علیم اشرف جائسی ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ عربی مانو نے ”علمی تحقیق: اہمیت اور تاریخی ارتقاء: اسلامیات کے حوالے سے“ کے موضوع پر طلبہ کو خطاب کیا۔

(۵) مفتی عبدالباطن نعمانی نے ”ہندو مسلم اتحاد بنارس کے تجربات کی روشنی میں“ کے عنوان سے طلبہ اسلامیات کو خطاب کیا۔

(٦) مولانا شاہ فصیح الدین نظامی نے ”اسلامی مصادر-تعارف اور استفادے کے طریقے“ کے حوالہ سے اسلامیات کے طلبہ کو خطاب کیا۔

دیگر سرگرمیاں

استقبالیہ پروگرام: تیسرے سمسٹر کے طلبہ نے ۵/ستمبر ۲۰۱۵ کو ایک پروگرام کا انعقاد کیا جس کا مقصد نئے طلبہ کو خوش آمدید کہنا اور ان کے ساتھ اظہار تعلق کرنا تھا۔ اس پروگرام میں سال اول و دوم کے طلبہ نے ایک دوسرے کے سامنے اپنا تعارف پیش کیا، شعبہ اور اس کی سرگرمیوں سے متعلق اپنے خیالات پیش کئے۔ شعبہ کے اساتذہ نے بھی اس میں شرکت کی اور طلبہ کو خطاب کیا۔

اور اب دوسرے سمسٹر کی جانب سے چوتھے سمسٹر کے طلبہ کو مدعو کر کے الوداعی تقریب کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ دعا ہے کہ شعبہ کی سرگرمیاں اور پروگرام اساتذہ کی سرپرستی میں منعقد ہوتے رہیں، اور اللہ تعالی اس شعبہ کو ہمیشہ ترقیات سے نوازتے رہیں۔ آمین

☆☆☆☆☆

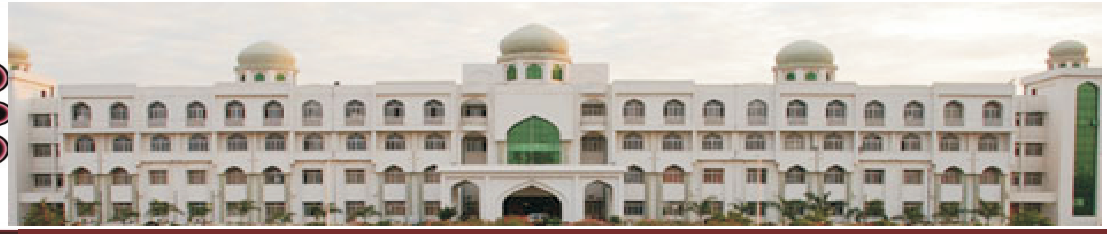

سولانا ابوالکلام آزاد کی مذہبی بصیرت

جمہوریت اسلام کی دین ہے

عبدالرقیب۔ ایم اے سال اول، شعبہ اسلامیات مانو۔

آج سے چودہ سو سال قبل کا واقعہ ہے کہ دنیا کے اندر ظلم وجور کا دور دورہ تھا۔ انسانیت غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی، بادشاہِ وقت، امیر شہر، روسا اپنے اپنے علاقوں میں فرعون بنے ہوئے تھے۔ جن کے ہاتھوں میں اللہ کی مخلوق محض ان کی اتباع نفس کے لئے تھی۔ اس زمانے میں بادشاہت ہر تقدس سے متصف اور ہر عیوب سے پاک سمجھی جاتی تھی، کیونکہ وہ خدا یا خدا کا ساتھی یا کم سے کم انسانیت سے ایک بالاتر چیز تھی۔

دنیا اسی ذلت وتحقیر میں مبتلا تھی کہ عرب کی سرزمین میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے معجزانہ زور وتوانائی سے قیصر وکسریٰ کے تخت الٹ دیئے، تعبد وغلامی کی زنجیریں اس شمشیر غیر آہنی کی ایک ضرب سے کٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں، اور اظہار رائے کی آزادی اور نفس انسانی کا احترام اور مساواتِ حقوق کی روشنی تمام دنیا میں پھیل گئی، شاہانِ عالم مرتبہ قدوسیت سے گر کر عام سطح انسانی پر آگئے اور عام انسان سطح غلامی سے بلند ہوکر روم وایران کے قیصر وکسریٰ پہلو بہ پہلو کھڑے ہوگئے۔ یہ معجزانہ قوت وتوانائی کیا تھی؟ یہ ایک ایسی آواز تھی جو بوقتبیس کی پہاڑی سے بلند ہوئی اور پوری دنیا میں گونج اٹھی کہ ”اے اہل عالم آؤ ایک بات جو اصولاً اور عقلاً ہم میں اور تم میں متفق علیہ ہے اس کو عملاً بھی تسلیم کرلیں، یعنی اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں، نہ اس کی خدائی میں کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم اللہ کے سوا ایک دوسرے کو اپنا معبود اور آقا بنائیں“۔

اس ایک آواز نے انسانی الوہیت کے بت کو سرنگوں کر دیا۔ بادشاہ رعایا کے خادم، بیت المال خزانہ عمومی بن گیا اور تمام انسان مساوی المرتبہ قرار پائے۔ عرب کے شہنشاہ نے نہ اپنے لئے قصر وایوان تیار کرایا اور نہ ہی اپنی ہستی کو انسانیت سے مافوق بنایا بلکہ علی الاعلان کہا: ”میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں“، پھر دفعتاً سلطنت اسلامی کا ظہور ہوا، اور وادیٔ مکہ میں عرب کے سب سے بڑے مجمع کے اندر اس کے اس فرمان کا اعلان کیا گیا کہ: ”اے اولاد آدم! آج جان و مال کی حرمت قائم کی جاتی ہے، جس طرح کہ آج کا یہ دن، یہ شہر مکہ اور اس ماہِ حج کی حرمت ہے۔ ہوشیار ہو کہ جاہلیت کی تمام باتیں آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں“۔ یہ ایک آواز تھی جس سے عرب کی پرشور فضا میں سکوت طاری ہوگیا، امن عالم کا ابر چھا گیا۔

یہ عجیب بات ہے کہ اسلام نے حکومت کا جو جمہوری نظام ترتیب دیا۔ وہ ایک ایسی چیز تھی جو اس کے گرد وپیش کے نظام حکومت میں کہیں بھی موجود نہ تھی۔ اس نے ایک باقاعدہ قانونی اور جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی، حقوق عامہ کا تعین کیا۔ تعزیرات وجرائم کی حدود قائم کیں۔ مالی ملکی اور انتظامی قوانین وضع کئے، عدل وانصاف کی تعلیم دی اور شخصی حکومت اور ذاتی امتیازات کو ایک قلم مٹا دیا۔

ایک بہترین حکومت کے لوازم کیا ہیں؟ اس کے جواب میں ہمارا موجودہ سیاسی لٹریچر اُس دستور سے بہتر کوئی دستور پیش نہیں کرسکتا جو انقلاب فرانس کے بعد اٹھارہویں صدی میں مرتب ہوا، جس پر آج جمہوری حکومتوں کا عمل ہے، یعنی ”حکومت جمہور کی ملکیت ہے، وہ ذاتی یا خاندانی ملکیت نہیں ہے، تمام اہل ملک ہر قسم کے حقوق و قانون میں مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ رئیس ملک جس کو اسلام کی اصطلاح میں خلیفہ کہتے ہیں اس کا تقرر رائے عامہ سے ہوگا۔ امور انتظامی و قانونی ملک کے اہل رائے اشخاص کے مشورے سے انجام پائیں گے۔ ملک کا خزانہ عوام کی ملکیت ہوگی۔ رئیس کو عوام کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا“۔

یہ ہے موجودہ جمہوریت کا خاکہ جو تمام تر اسلام سے مستعار لیا گیا ہے، اسلام میں حکومت جمہور کی ملکیت ہے، وہ کسی خاص شخص کی ذاتی یا خاندانی ملکیت نہیں ہے۔ قرآن کریم کا یہ حکم سب کو معلوم ہے: ”اے نبی! امور حکومت میں مسلمانوں سے مشورہ لیا کرو“۔ اس آیت سے یہ بات صاف طور پر واضح ہوتی ہے کہ حکومت اسلامیہ میں مشورہ عام شرط ہے، جو جمہوری حکومت کی بنیاد ہے، چنانچہ اسلامی حکومت کی یہ خصوصیات ہیں:

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین نے اپنا جانشین کسی عزیز یا اپنے بیٹے کو نہیں بنایا۔
- تمام معاملات ضروریہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین مہاجرین و انصار سے خصوصاً اور عام مسلمانوں سے عموماً مشورہ لیتے تھے۔
- خلفاء کا تقرر عموماً مشورۂ عامہ سے ہوتا تھا۔
- بیت المال پر عام مسلمانوں کا حق تھا۔

یہی دنیا کا سب سے پہلا جمہوری نظام تھا۔ جس سے بعد کو ساری دنیا نے فائدہ اٹھایا۔ درحقیقت یہ اسلام کی واضح ترین خصوصیت ہے کہ اس کی نظر میں آقا اور غلام، معزز اور حقیر، چھوٹا اور بڑا، امیر اور غریب سب برابر ہیں۔ اسلام کے سامنے صرف ایک چیز ہے جس سے انسانوں کے باہمی رتبے میں فرق ہوسکتا ہے، وہ ہے تقویٰ اور حسن عمل۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام ہی کا کرشمہ تھا جس نے ظلم واستبداد کو ختم کرکے کل بنی نوع انسانی کو ایک صف میں لا کھڑا کیا، اور ان کے سامنے ایک ایسا کامل ترین جمہوری نظام حکومت پیش کیا جس سے دنیا قیامت تک استفادہ کرتی رہے گی۔

نئی روشنی

تعارف کتاب: اسلام اور عصر حاضر کے مسائل

ریحان احمد۔ ایم اے سال آخر، شعبہ اسلامیات مانو

اسلام ایک نظام زندگی ہے جو دین و دنیا کی سعادت کا ضامن ہے اس میں رحمت وسعادت، عبادت وروحانیت، معیشت وسیاست اور محبت وخدمت کے تمام گوشے توازن کے ساتھ موجود ہیں۔ میں جس کتاب کا تعارف کرانے جارہا ہوں اس کتاب کا نام ہے ”اسلام اور عصر حاضر کے مسائل“ جس کے منصف پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی ہیں۔ یہ کتاب فیکلٹی دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے 2013ء میں شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں ان مقالات کو پیش کیا گیا ہے جو خود مصنف نے مختلف سیمناروں میں پیش کئے ہیں اور وہ ملک کے دینی وعلمی رسالوں میں شائع بھی ہوچکے ہیں۔ اس کتاب میں عبادت، معاشرت، سیاست، تعلیمات، ادبیات اور بین الاقوامی تعلیمات کے بہت سے پہلو زیر بحث آئے ہیں جو قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کئے گئے ہیں۔

عبادات کے تحت یہ بات بیان کی گئی ہے کہ سکون قلب حاصل کرنا آج کے انسان کا سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اس کا حل صرف یہ ہے کہ انسان کا تعلق اللہ سے جس قدر مضبوط ہوگا اتنا ہی وہ اپنے دل کے اندر سکون وراحت محسوس کرے گا اور جتنا اللہ سے دور رہے گا اس کے دل کی بے چینی بڑھتی جائیگی۔ اسی طرح ائمہ مساجد کے بنیادی اوصاف کیا ہیں اس پر بھی بڑی تفصیلی گفتگو مصنف نے کی ہے۔ پھر اختلافات کے تحت معیار اخلاق، مولانا روم کی اخلاقی تعلیمات اور ہندوستان کا اخلاقی بحران جیسے اہم موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ ”اخلاق انسانی زندگی کا خوشنما اور رہنما اصول ہے اور اخلاق ہی انسانی اور حیوانی طرز زندگی میں فرق کرتی ہے“۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”قیامت کے دن میزان عمل میں حسن اخلاق سے زیادہ باوزن کوئی چیز نہیں ہوگی“۔ (ابوداؤد)

’ہندوستان کا اخلاقی بحران‘ موضوع کے تحت مصنف نے کئی ایسے واقعات نقل کئے ہیں جو ہندوستان میں اخلاقی بحران کا سبب بن رہے ہیں۔ اس میں سب سے زیادہ اور بڑا مسئلہ جو ہے وہ ہندوستان میں دن بدن عصمت دری کے واقعات کا بڑھنا ہے۔ ان واقعات اور ان جیسے جرائم کو ختم کرنے کے لئے ایسے قانون کی ضرورت ہے جس سے مجرموں کو دیکھ کر لوگ عبرت حاصل کریں اور دوبارہ اس جرم کو کرنے کے لئے لوگ سو بار سوچیں۔ اور وہ قانون صرف اور صرف اسلامی قانون ہی ہوسکتا ہے جو کہ ایک الٰہی قانون اور سب کے لئے یکساں قانون ہے۔

اس کے بعد ”سماجیات“ کے تحت خطبہ حجۃ الوداع اور انسانی حقوق، خواتین کے حقوق کا تحفظ، معذوروں کے حقوق، تکثیری سماج میں مسلمانوں کی ذمہ داریاں اور ہندوستانی سماج اور اسلام کی دعوت جیسے اہم موضوع پر گفتگو کی گئی ہے۔ پھر معاشیات کے تحت اسلام اور معاشی آزادی، معاشی پس ماندگی کا علاج سیرت رسول کی روشنی میں، کرپشن اور اسلامی تعلیمات کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ اسلام میں مال کمانے کی پوری آزادی ہے لیکن اس کے کچھ اصول اور ضابطے ہیں جو مصنف نے اس کتاب میں بڑی تفصیل سے قرآن وسنت کی روشنی میں بیان کئے ہیں مثلاً: حلال رزق کی تجارت، دھوکہ اور سودی لین دین سے پاک تجارت وغیرہ......

اسی طرح اسلام میں کرپشن کا کوئی وجود ہی نہیں ہے لیکن موجودہ دور میں پورے ملک میں یہ ایک اہم مسئلہ بنا ہوا ہے۔ ہر طرف بدعنوانی اور رشوت کا دور دورہ ہے اور آج اسمیں ہر کوئی ملوث ہے چاہے وہ چھوٹے عہدیدار ہوں یا بڑے۔ کرپشن کو دور کرنے کا سبب سے موثر راستہ یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف اور ذمہ داری وجواب دہی کا احساس بیدار کیا جائے۔ اللہ کا خوف اگر آفیسر اور ملازم کے دل میں پیدا ہوجائے تو کالی کمائی کا کاروبار رک جائے اور کرپشن کا خاتمہ ہوجائے نیز گناہ کی طرف بڑھتا ہوا قدم رک جائے۔

ان موضوعات کے علاوہ مصنف نے سیاسیات کے تحت اسلام میں حکمراں کے انتخاب کا طریقہ، ہندوستانی سیاست میں مسلمانوں کی شرکت، اور تعلیمات کے تحت دینی جامعات اور عصری تقاضے، ملک کی تعمیر میں دینی مدارس کا رول، دینی زبان اور اردو زبان کی اشاعت، اور مختلف موضوعات پر بحث کی ہے جو قارئین کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہونگی اور ان کی معلومات میں حد درجہ اضافہ ہوگا۔

نام کتاب: اسلام اور عصر حاضر کے مسائل
مصنف: پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی
ناشر: فیکلٹی دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

اسلامی ادب

اسلامی ادب، قسمیں اور تقاضے

ذیشان سارہ۔ ایم اے سال آخر، شعبہ اسلامیات مانو

ادب وہ ہے جو کلام میں حق اور تاثیر رکھتا ہو۔ یعنی انسان جب بات کرے تو خوبصورتی سے اور اسے اسطرح ادا کرے کہ بات کرنے والا جو چاہتا ہے وہ اثر اسمیں ڈال دے سننے والا وہ اثر قبول کرے۔ اس نوعیت کے کلام کو ادب کہتے ہیں۔

اسلامی ادب: اسلامی ادب کی خصوصیت جو اسے عام ادب سے ممتاز کرتی ہے وہ اسکا واضح اور متعین مقصد ہے۔ اسکا مقصد یہ ہیکہ وہ دنیا کو غیر اسلام سے ہٹائے اور اسلام کی طرف راغب کرے۔ اسلام کے برحق ہونے پر دلوں کو مطمئن کرے اور انسان میں اس قسم کا جذبہ پیدا کرے کہ وہ جو اسلام کی پیروی کرے اپنی زندگی میں اور دنیا میں اسے نافذ کرے۔

اسلامی ادب کی دو قسمیں ہیں:

۱) اسلامی ادب۔ ۲) محرک ادب

پہلی قسم وہ ہے جسمیں اسلام کے متعلق علمی اور عقلی دلائل سے اس امر کی کوشش کی جائے کہ انسان اسلام ہی کے برحق ہونے جمیع ومکمل نظام زندگی ہونے پر حتمی طور پر مطمئن ہوجائے اور بذریعہ تنقید بتایا جائے کہ دوسرے نظامات زندگی میں کیا خرابیاں ہیں اور انکے برے نتائج پر تسلی بخش وضاحت کی جائے اور علمی وعقلی حیثیت سے ثابت کیا جائے کہ ان مشکلات کا حل اسلام ہی ہے۔

دوسری قسم محرک ادب ہے۔ جو مندرجہ بالا قسم سے مطمئن ہونے والوں کو عمل پر ابھارے، عمل کے لئے اکسائے اور عمل کی طرف دھکیلے۔ صرف علمی وعقلی دلائل کے مجموعے ہی اسمیں نہ ہوں بلکہ اسکے ساتھ ساتھ محرک بھی ہو۔ جسطرح شاعری مثلاً علامہ اقبال کے اشعار جو ہمیں ان چیزوں پر عمل کے لئے ابھارتے ہیں جن سے پہلے سے واقف تھے لیکن ان پر عمل کرنے محرک نہیں تھے۔ اسکے ساتھ ہی اسمیں یہ بھی ضروری ہے کہ شاعر کے جذبات میں توازن ہو کیونکہ اسلام اور مبالغہ میں عداوت ہے۔

اسی طرح افسانہ بھی ایک محرک کلام ہے۔ یہ بھی لوگوں کے جذبات میں تبدیلی وتغیر پیدا کرنے کا ذریعہ ہے بشرطیکہ انسان غلط بیانی نہ کرے اور جو تصویر پیش کرے واقعی صحیح ہو۔ محرک ادب میں صحافت انسانی ذہن کو ڈھالنے کا ایک مؤثر ذریعہ ہے اس میں بھی اسلامی صحافت اور غیر اسلامی صحافت میں بنیادی امتیاز ہوگا یعنی اسلامی صحافت کبھی جھوٹ پر مبنی نہ ہوگی وہ ہمیشہ حقیقی واقعات پر مبنی ہوگی۔ وہ حمایت ومخالفت دونوں میں صداقت کے بنیادی اصولوں پر قائم رہے گی۔ اور زبان کی ستھرائی وپاکیزگی کی پابندی کرے گی۔ جو کہ اسلامی صحافت کی نہ صرف ایک خصوصیت ہے بلکہ کامیابی کے لئے ناگزیر بھی ہے۔

اس طرح محرک ادب کی ایک قسم خطابات بھی ہیں۔ ایک اعلیٰ درجہ کا خطیب پوری قوم کو حرکت میں لے آتا ہے لیکن اسے بھی جو چیز اسلامی بناتی ہے وہ خطیب کا اسلامی حدود کا پابند ہونا ہے۔ پھر اسمیں ایسے ادیبوں کی بھی ضرورت ہے جو فن ترجمہ کے ماہر ہوں اسلامی ادیبوں میں ترجمہ کرنے والوں کی بھی کمی ہے۔ برخلاف اسکے یوروپ اور امریکہ نے ترجمے کے فن کو اتنی ترقی دی ہے کہ تحریری ترجمے کے بجائے دراصل تکلیف محسوس ہونی ہے۔

اسی طرح ہمیں شدید ضرورت ہے کہ ہمارے اندر مسلم اخبار نویسی پیدا ہو ’موجودہ دور میں سائنس کی ترقی کے بعد ٹکنالوجی کی وجہ سے اخبار، رسائل، جریدے اور اشتہارات وغیرہ کا online چلن چل پڑا ہے جس پر بھی عبور رکھنا چاہیے ایسا اخبار نکالیں جو اسلام کی ترجمانی کرتا ہو لیکن اگر زیادہ کچھ اسلامی حدود کا پابند ہونے لگ جائے تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس کیلئے اسٹاف نہیں ملتا۔ اس ضرورت کو محسوس کریں۔ اور اپنے آپ کو ٹٹولیں اور دیکھے کہ ادب کے کس شعبہ کیلئے ہم موزوں ہیں اور اسکے لئے خود کو تیار کریں۔ صحافت، شاعری، افسانہ، اخبار نویسی چاہے جس چیز کے لئے خود کو موزوں پائیں ان کے لئے نفس کی تربیت کریں اور جو لوگ بھی بہتر اور دماغی صلاحیتیں رکھتے ہوں وہ علم کے مختلف شعبوں میں قدم آگے بڑھائیں خصوصاً نوجوانوں کو اسکی کوشش کرنی چاہیئے کہ جس طوفانی دور میں آج ہم جس جمود کا شکار ہو گئے ہیں اسے ختم کریں اور ادب کے ہر شعبے میں آگے بڑھیں۔

☆☆☆☆☆